مولانا محمد عبد القادر قادری رضوی

بانی جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد

تالیف

نور الزمان نوری

طالب دعا

حضرت مولانا محمد عبدالقادر قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ

بانی جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد

پیدائش

ہندوستان کے شہر ''احمد آباد شریف کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس میں کئی اولیاء کرام اور بزرگان دین کے مزارات و مقابر ہیں۔ اسی وجہ سے اسے ''مدینۃ الاولیاء'' بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت شہید اہل سنت' نائب محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد عبدالقادر قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ اسی شہر میں ۷ ۲ مارچ ۱۹۲۲ء میں پیدا ہوئے۔

آباءواجداد

حضرت مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ ایک دینی و علمی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد محترم حضرت مولانا علامہ حکیم غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے علاقہ کے معروف اور جید عالم دین و طبیب تھے۔ اسی طرح آپ کے دادا جان حضرت مولانا علامہ مفتی عبدالرحیم صاحب کا شمار بھی اپنے دور کے اکابر علماء میں ہوتا تھا۔ موصوف اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلیفہ اور علاقہ گجرات کاٹھیاواڑ کے مفتی اعظم تھے۔ آپ کے علمی شغل کا اندازہ آپ کے اس کتب خانہ سے لگایا جاسکتا ہے۔ جس میں کئی نایاب اور نادر کتب موجود تھیں۔

تعلیم

حضرت مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ اس کے بعد انجمن اسلامیہ ہائی سکول احمد آباد میں داخلہ لے کر میٹرک کیا اور پھر ۱۹۴۶ء میں گجرات کالج

احمد آباد سے ایف اے کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔

ایف۔اے کے بعد آپ بی۔اے میں داخلہ کے خواہش مند تھے کہ آپ کی قسمت کا ستارہ چمکا انہی ایام میں آفتاب علم و حکمت حضرت فیض درجت محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ احمد آباد میں مولوی سلطان حسن سنبھلی سے مناظرہ کی غرض سے آئے۔مناظرہ کے بعد علاقہ میں آپ کے جلسوں کا سلسلہ شروع ہوا چونکہ حضرت کا قیام آپ کے دادا جان کے ہاں تھا۔اس لئے صبح و شام آپ کی صحبتوں میں بیٹھنے کا موقع ملا۔ایک رات محدث اعظم رحمۃ اللہ نے جلسہ کے بعد سونے سے پہلے شہید اہلسنّت سے فرمایا۔

''عزیزم تمہارے دادا جان کا اتنا بڑا کتب خانہ ہے۔کیسی کیسی نایاب کتب ہیں'' ذرا سوچو تو سہی کہ تمہارے والد محترم کے بعد اس کتب خانہ کا کیا مصرف ہوگا۔چھوڑو انگریزی تعلیم کو اور دینی تعلیم حاصل کرو۔''

آپ کی زبان پر تاثیر سے ان کلمات کا نکلنا ہی تھا کہ مولانا عبدالقادر کی طبیعت میں انقلاب آ گیا کیونکہ

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں ' طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

آپ بی۔اے کا ارادہ ترک کر کے دینی تعلیم کے حصول کے لیے محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بریلی شریف چلے گئے۔

شہیدِ اہلِ سنت' بریلی میں

آپ نے بریلی شریف میں آ کر حضرت محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی زیر نگرانی دینی تعلیم کا حصول شروع کر دیا۔استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالرشید جھنگوی صاحب سے ابتدائی اسباق پڑھے۔رمضان المبارک کی تعطیلات میں آپ بھی اپنے استاد محترم کے ہمراہ جھنگ چلے آتے اور یہاں بھی ان سے اکتساب علم کرتے رہتے۔بریلی شریف میں مولانا جھنگوی صاحب کے علاوہ آپ نے محدث اعظم اور مولانا علامہ قاری وقار الدین سے منقول و معقول کی کتب پڑھیں۔حصول علم کا یہ سلسلہ قیام پاکستان کے بعد بھی جاری رہا۔اور آپ سرگودھا اور شرقپور شریف میں بھی اپنی علمی پیاس بجھاتے رہے۔

دورۂ حدیث شریف

قیام پاکستان کے بعد حضرت محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جب سرزمین لائل پور کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا اور محلّہ سنت پورہ میں دورہ حدیث شریف کا اجراء فرمایا تو شہید اہل سنت بھی اس دورہ شریف میں شامل ہوگئے۔ چنانچہ آپ نے شعبان المعظم ۱۳۶۹ء حضرت قبلہ شیخ الحدیث سے سند فراغت لی۔

گول باغ میں امامت اور جامعہ رضویہ کا قیام

جن دنوں حضرت محدث اعظم سنت پورہ میں دورہ حدیث شریف کی کلاس لیتے تھے، انہی دنوں اہالیان گول باغ نے شاہی مسجد کی بنیاد رکھی۔ وہ کسی پختہ علم وفکر کے حامل امام کے لیے حضرت محدث اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کی نظر انتخاب شہید اہل سنت پر پڑی۔ چنانچہ آپ نے اس فرض کو اس قدر حسن وتدبر سے نبھایا کہ لوگ آپ کے گرویدہ ہوگئے۔

چنانچہ بعد میں حضرت قبلہ شیخ الحدیث نے اسی جگہ جامعہ رضویہ مظہر اسلام کا افتتاح فرمایا تو مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا بھرپور ساتھ دیا۔

جامعہ رضویہ کے قیام کے ساتھ ہی مخالفوں نے قدم قدم پہ مخالفتوں اور مزاحمتوں کی یلغار کردی۔ مقدمہ بازی ہوتی رہی، جامعہ کی تعمیر میں رکاوٹیں اور سازشیں ہوتی رہیں، لیکن آپ ہر ہر قدم پر قبلہ شیخ الحدیث کے ساتھ استقامت سے ڈٹے رہے۔ یہاں تک جامعہ کی تعمیر ہوگئی اور عظمت مصطفےٰ کا جھنڈا لہرانے لگا۔ اور مخالفوں کو یہ ثابت کر دکھایا کہ

؎ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

بارگاہِ محدثِ اعظم میں پذیرائی اور جامعہ رضویہ کی نظامت

اللہ تعالیٰ نے شہید اہل سنت کو علمی خوبیوں کے ساتھ ساتھ انتظامی خوبیوں سے بھی نوازا ہوا تھا۔ آپ کے اسی حسن تدبر اور خدمات کی بناء پر محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ کے قیام کے بعد آپ کو اس کا ناظم مقرر کردیا۔ آپ پر محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اعتماد کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ مزید برآں محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اعتماد اور شفقت ومحبت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جامعہ کی نظامت، شاہی مسجد کی امامت کے علاوہ حضرت کی عدم

موجودگی میں سنی رضوی مسجد کی خطابت بھی آپ کے سپرد ہوتی۔

اس سعادت بزور باز و بنست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اعتماد کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے سفیر عراق حضرت پیر سید عبدالقادر گیلانی سے فرمایا

''مولانا عبدالقادر کو سیلون واپس نہ جانے دیجئے۔ان کے سوا کوئی شخص ایسا نہیں جو اس اخلاص، دیانت اور محنت سے جامعہ کی خدمت کر سکے جتنی یہ کر چکے ہیں۔ان کا لائل پور میں ہونا ضروری ہے''

قبلہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف خود شہید اہل سنت پر شفقت فرماتے بلکہ جامعہ رضویہ کے عملہ اور دیگر حضرات کو بھی آپ کی عزت ملحوظ خاطر رکھنے کی ہدایت فرماتے تھے۔

اظہارِ عقیدت

حضرت مولانا عبدالقادر، حضرت محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے محب صادق اور مخلص خدمت گار تھے۔زندگی بھر ان کے نیاز مند اور وفا شعار رہے۔اسی نیاز مندی اور خدمت کا اظہار گیان ملز لائل پور کی جامع مسجد میں عرس محدث اعظم کی تقریب میں ایک دفعہ اس طرح کرتے ہیں۔

''آج مجھے ایسے محسوس ہو رہا ہے جیسے قبلہ حضرت صاحب میرے سامنے تشریف فرما ہیں۔آج سے تین چار برس پہلے کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آگیا جبکہ حضرت صاحب اسی مسجد میں تشریف فرما تھے۔اس وقت بھی اس طرح بچے اپنی توتلی زبان سے ''شیخ الحدیث جندہ باد'' کے نعرے لگا رہے تھے۔

آہ! اس ہستی سے ہماری کتنی یادیں وابستہ ہیں۔مجھے وہ وقت بھی یاد آرہا ہے جب مجھے حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا تھا۔آپ کی زیارت نے طبیعت میں عظیم انقلاب پیدا کر دیا۔کہ میں گھر بار، ماں باپ اور بھائی بہن چھوڑ کر آپ کی خدمت میں رہنے لگا۔پھر حضرت صاحب نے مجھے اپنا ہی بچہ سمجھ کر میری پرورش کی۔میں نے بیس سال حضرت کی خدمت میں گزارے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے ایسا نوازا کہ مجھے گھر بار، والدین اور اعزہ واقربا کی یاد تک نہ آئی۔آج بیس سال کا عرصہ گزر گیا لیکن یوں معلوم ہوتا

ہے جیسے ابھی کل کی بات ہے گویا کہ

یاد کریں تو سارا منظر کل کا لگتا ہے

صلۂ عقیدت

حضرت محدث اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کی عقیدتوں، محبتوں، وفاؤں اور خدمتوں کا صلہ اس طرح دیا کہ آپ نے اپنی وصیت میں فرمایا کہ میری نماز جنازہ حضرت مولانا عبدالقادر پڑھائیں۔ اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ جس طرح میں نے حجتہ الاسلام حضرت شاہ مصطفےٰ رضا خاں رحمتہ اللہ علیہ کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کے بھائیوں میں سے کسی نے اعتراض نہ کیا۔ اسی طرح میری نماز جنازہ پڑھاتے وقت مولانا عبدالقادر پر کوئی اعتراض نہ کرے۔

مزید برآں جب حضرت محدث اعظم کا جسد پاک لحد شریف میں اتارا گیا تو اس وقت قبلہ شریف میں کھڑے ہو کر جسد پاک قبر میں اتارنے کی سعادت بھی آپ کو نصیب ہوئی۔ یہ اپنے مربی و محسن کی طرف سے بہترین صلہ خدمت تھا۔

یہ شرف جس کو مل گیا، سو مل گیا

بغداد شریف و حرمین شریفین کی حاضری

آپ کو تاجدارِ کائنات کی ذاتِ مبارکہ اور اولیاء کرام سے بے پناہ محبت تھی۔ اس محبت کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ سعادت عطا فرمائی کہ آپ ۱۹۵۷ء میں بغداد شریف میں حاضری دی اور وہاں سے بذریعہ ہوائی جہاز حرمین شریفین حاضر ہوئے، جہاں پر حج بیت اللہ شریف اور زیارت مدینہ منورہ سے مشرف ہوئے۔

کولمبو سیلون (سری لنکا) میں دعوت و تبلیغ

حضرت شہید اہل سنت ایک ماہر مدرس کے ساتھ ساتھ ایک اچھے خطیب اور مبلغ بھی تھے۔ کولمبو سیلون کے احباب اہل سنت کی دیرینہ خواہش تھی۔ اس خواہش کا اظہار وہ حضرت قبلہ شیخ الحدیث رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں کئی دفعہ کر چکے تھے۔ وہاں کے حالات کے پیش نظر وہ حضرت شہید اہل سنت کا تقاضا کرتے تھے۔ لیکن قبلہ شیخ الحدیث انہیں کسی صورت میں جامعہ رضویہ سے باہر نہیں بھیجنا چاہتے تھے۔ لیکن جب احباب اہل سنت کا اصرار بڑھا تو آپ نے

ایک سال کے لیے کولمبو جانے کی اجازت دے دی۔

چنانچہ آپ ۱۹۶۱ء میں سیلون تشریف لے گئے۔ وہاں جامع مسجد حنفیہ کولمبو کے خطیب مقرر ہوئے۔ وہاں آپ نے مذہب حقہ اہل سنت کی اس طرح خدمت کی جس کی مثال ملنا دشوار ہے آپ نے وہاں ہر طرف عشق و رسول کے دیپ جلا دیے۔ جس سے بدعقیدگی اور لادینیت کی ظلمتیں کافور ہونے لگیں۔ کچھ مدت کے بعد حضرت قبلہ شیخ الحدیث بیمار ہو گئے۔ کراچی زیر علاج تھے کہ شہید اہل سنت بیمار پرسی کے لیے کراچی آئے۔ اور آپ کے اصرار سے سیلون واپس جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ جس پر کولمبو کے احباب اہل سنت بڑے مغموم ہوئے۔ آپ نے واپسی پر دوبارہ جامعہ رضویہ کی نظامت سنبھال لی۔

خطابت

آپ ایک منجھے ہوئے مقرر اور خطیب تھے۔ آپ کی تقریر موضوع کے مطابق ہوتی۔ بے جا اشعار، فضول لطائف اور ظریفانہ باتوں سے پاک ہوتی۔ جچے تلے الفاظ شستہ زبان اور عالمانہ استدلال ہوتا۔ تقریر دل کی گہرائیوں سے نکلتی اور سامعین کے دلوں میں اترتی چلی جاتی۔

علمی پختگی

حضرت شہید اہل سنت ایک متبحر عالم دین تھے۔ آپ کے تبحر علمی اور فقہی بصیرت کے اپنے پرائے سب معترف تھے۔ اس کے چند شواہد یہ ہیں۔

☆ رویت ہلال کے سلسلہ میں جب افسران ضلع کا اجلاس ہوتا تو آپ رویت عینی کے جواز اور ریڈیو کی اطلاع و خبر کے غیر معتبر ہونے کے بارے میں ایسے مدلل دلائل دیتے کہ کسی کو انکار کا چارہ نہ رہتا۔

☆ علم تفسیر و حدیث اور فقہ پر آپ کو پورا عبور تھا۔ آپ نے علم میراث کے مسائل میں خصوصی دسترس حاصل کی تھی۔

☆ مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالعلیم میرٹھی (حضرت مولانا الشاہ احمد نورانی صدیقی کے والد گرامی) کراچی میں آپ کی شادی کے موقع پر تشریف فرما تھے۔ آپ کی علمی ثقاہت سراہتے ہوئے محدث اعظم سے کہا "حضرت! ان مولانا صاحب کو مجھے عنایت فرما دیجیے۔ میں ان سے کام لوں گا۔ انہیں اپنے ساتھ برطانیہ، افریقہ اور دوسرے ممالک

بغرض تبلیغ لے جاؤں گا۔ یہ اس سلسلہ میں بڑے کام کے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔"

تدریس

حضرت شہید اہل سنت کو فن تدریس میں خاصا ملکہ حاصل تھا۔ ہر فن کی کتاب احسن طریقہ سے پڑھا سکتے تھے۔ جب جامعہ قادریہ رضویہ کا اجراء ہوا تو قریباً پچیس طلباء کو مختلف اسباق خود تنہا پڑھاتے تھے۔ آپ صبح آٹھ بجے سے لے کر ڈیڑھ بجے تک ایک ہی نشست میں تفسیر و حدیث، فقہ، اصول اور منقول و معقول کی کتب پڑھاتے تھے۔ جب محدث اعظم علیل ہوئے تو ان کی علالت کے ایام میں آپ کچھ عرصہ دورہ حدیث شریف کی کچھ کتب بھی پڑھاتے رہے۔

آپ کے سامنے مشکل سے مشکل مسئلہ پیش جاتا کیا لیکن آپ اس انداز سے اس کا حل فرماتے کہ طلبہ کو باسانی سمجھ آجاتا۔

طلبہ کے ساتھ آپ کا تعلق شفقت اور محبت والا تھا۔ ان کی ہر لحاظ سے خبر گیری رکھتے۔ کوئی طالب علم اگر بیمار ہو جاتا تو خود اس کے لیے ڈاکٹر اور دوائی وغیرہ کا اہتمام فرماتے اور ان کے آرام و آسائش کا پورا پورا خیال رکھتے۔

شادی

آپ کی شادی حضرت محدثِ اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے اہتمام و خواہش سے ہوئی۔ کراچی میں جبل پور کا ایک معزز اور دیندار گھرانہ رہتا تھا۔ وہاں ۱۹۵۳ء میں اس خاندان کے فرد محترم صوفی محمد حسین مدظلہ کی دختر نیک اختر سے آپ کا رشتہ ہوا۔ حضرت محدث اعظم بنفس نفیس خود آپ کی بارات کے ساتھ کراچی گئے اور نکاح بھی خود پڑھایا۔ تقریب نکاح میں کراچی کے اکابر علماء نے شرکت کی۔

جامعہ قادریہ رضویہ کا قیام

حضرت محدث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حالات کچھ اس طرح بن گئے۔

ہواؤں میں زہر گھلا پانیوں میں آگ لگی

تمہارے بعد زمانہ بڑا عجیب آیا

ان حالات میں حضرت شہید اہل سنت اوران کے رفیق مخلص حضرت مولانا محمد معین الدین شافعی نے لائل پور چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا۔ آپ سیلون جانا چاہتے تھے جبکہ مولانا معین الدین کراچی۔ جب لائل پور کے فدایان محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو ان دونوں شخصیات کے جانے کا علم ہوا تو انہوں نے سوچا کہ اگر محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے یہ دونوں چہیتے اور تربیت یافتہ شاگرد یہاں سے چلے گئے تو مسلک کو بہت نقصان پہنچے گا تو وہ سخت بے تاب و مضطرب ہو گئے۔ انہوں نے یہی رہنے کا اصرار کیا۔ چنانچہ ان کے اصرار پر یہ دونوں شخصیات یہی رک گئیں اور محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص محبوں نے ایک اجلاس میں فیصلہ کیا کہ محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے ایک عظیم الشان درس گاہ بنائی جائے جس میں یہ دونوں حضرات اطمینان سے مسلک حقہ کا کام کرسکیں۔ چنانچہ اسی ایک ہی میٹنگ میں ساڑھے چون ہزار روپیہ جمع ہوگیا۔

چنانچہ ۳۰ اگست ۱۹۶۳ء کو عارضی طور پر کارخانہ بازار کے ایک کرائے کے مکان میں جامعہ قادریہ رضویہ کے نام سے درس گاہ کا اجراء کردیا گیا۔ جس کے جلد ہی بعد بولے دی جھگی سرگودھا روڈ پر ۷۷ امرلے زمین پچاس ہزار روپے کی نقد ادائیگی سے خرید لی گئی اور اس نئی زمین پر ۹ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ جامعہ قادریہ رضویہ اور جامع مسجد طیبہ کا سنگ بنیاد رکھ دیا گیا۔ سنگ بنیاد کے لیے پاکستان کے نامور بزرگ عالم حضرت امام اہل سنت مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث و مہتمم اعلیٰ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور یہاں تشریف لائے اور اپنے دست اقدس سے اس عظیم درس گاہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ شہر کے اکابر علماء و مشائخ اس موقع پر تشریف فرما تھے۔ اس دارالعلوم کے حضرت شہید اہل سنت ناظم اعلیٰ اور مولانا معین الدین شافعی ناظم مقرر ہوئے۔

اخلاص فی العمل

راہ طلب میں جذبہ صادق ہو جن کے ساتھ
خود ان کو ڈھونڈ لیتی ہے منزل کبھی کبھی

حضرت شہید اہل سنت کی ذات صدق وصفا اور اخلاص کی پیکر تھی۔ ہر کام میں للّٰہیت اور رضاء خدا پیش نظر ہوتی۔ خوشامد اور جھوٹی تعریف سے آپ کو نفرت تھی۔ تبلیغ دین میں اخلاص

اور استغناء کا یہ عالم تھا کہ کئی مقامات پر خطابات کے لئے جاتے اور اپنے کرائے پہ آجاتے۔

پتوکی ضلع لاہور میں آپ دو سال تک جمعہ کی خطابت کرتے رہے۔ ہر جمعہ صبح لائل پور سے روانہ ہوتے بغیر کچھ کھائے اور آرام کئے خطاب کرتے اور خطاب کے بعد واپس لائل پور آجاتے۔ آپ نے اس عرصہ میں اپنی ذات کے لئے کبھی ان سے کسی قسم کا مطالبہ نہ کیا۔

آپ کے توکل واستغناء کا اندازہ اس بات سے لگا جا سکتا ہے کہ جامعہ قادریہ رضویہ کی جگہ خریدنے کے سلسلے میں آپ نے دوران گفتگو فرمایا۔

مجھے کہیں جگہ لے کر بٹھادو، چاہے وہ جنگل ہی کیوں نہ ہو۔ میں آپ سے روٹی نہیں مانگوں گا۔ پیسے کا مطالبہ نہیں کروں گا۔ میں خود وہاں آبادی بنالوں گا۔

چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ آپ نے اپنے خلوص ومحنت سے بولے کی جھگی پر جنگل میں منگل کر دیا اور بولے کی جھگی کو مصطفیٰ آباد میں بدل دیا۔

آزمائشیں اور مزاحمتیں

جہاں میں اب بھی ہے تازہ روایت منصور
کہ راہ حق میں ہیں اب بھی ہزار دار و رسن

جب جامعہ قادریہ رضویہ اور جامع مسجد طیبہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور اس کی شہرت و مقبولیت میں روز بروز اضافہ ہونے لگا تو حاسدین اور معاندین آپ کے خلاف سازشیں اور مزاحمتیں کرنے لگے لیکن آپ مستقل مزاجی سے اپنے کام میں ڈٹے رہے اور ان کی مخالفتوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے مشن میں لگے رہے۔ مخالفین کا جب کوئی حربہ کامیاب نہ ہوا تو انہوں نے ایک سخت گھناؤنا اور مکروہ قدم اٹھایا وہ یہ کہ ۱۴ رمضان المبارک کو جب آپ نماز ظہر پڑھانے جامعہ قادریہ رضویہ کارخانہ بازار تشریف لائے۔ آپ نے جامعہ کی پہیل سیڑھی پر قدم رکھا ہی تھا کہ ایک شقی القلب اور بدبخت شخص نے ایک سازش کے تحت اچانک تیز دھار چاقو سے پشت کی طرف سے آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ نے صحت منداور طاقتور ہونے کے باوجود اس سے الجھنے کی کوشش نہیں کی بلکہ اس سے فرمایا کہ ''میرا روزہ ہے'' اس طرح دوسرے اور تیسرے وار پر بھی قاتل کو روزہ یاد دلا کر حدیث پیغمبر پر عمل کرتے رہے۔ مگر اس ظالم و بدبخت کی قسمت میں شقاوت لکھی جا چکی تھی۔ وہ مسلسل وار کرتا رہا۔ اس نے سترہ کاری ضربیں

لگائیں جن سے آپ نڈھال ہو کر زمین پر گر پڑے۔

وقتِ آخرت

آپ کو زخمی حالت میں جب ہسپتال لے جایا جانے لگا تو آپ کو ریڑھے پر ڈالا گیا تو آپ نے فرمایا "لائل پور والو! تم نے میری خدمات کا مجھے خوب صلہ دیا ہے"

راستے میں ایک مائی صاحبہ نے مالٹے کا جوس پلانا چاہا تو آپ نے اشارے سے منع کر دیا، کہ میرا روزہ ہے، پھر ایک نوجوان نے کہا آپ کو تکلیف ہے روزہ افطار کر لیں تو آپ نے جواباً فرمایا۔

"اب یہ روزہ کہیں اور جا کر ہی افطار کروں گا۔"

آپ کے عفو و درگزر کا عالم یہ تھا کہ اسی روز حضرت مولانا سید زاہد علی شاہ صاحب مہتمم جامعہ نوریہ رضویہ (حضرت مولانا سید ہدایت رسول شاہ قادری امیر منہاج القرآن علماء کونسل فیصل آباد کے والد گرامی) تشریف لائے تو ان سے فرمایا۔

"شاہ صاحب۔ میں نے اپنے تمام مخالفوں کو معاف کر دیا ہے۔ اب مجھے ان سے کچھ لینا دینا نہیں وہ اپنا کام کریں، ہم اپنا کام کرتے ہیں۔ آخر وہ بھی اپنے ہیں۔ اپنوں سے کیا الجھنا ہے۔ بس میں نے آج سب کو معاف کر دیا ہے۔

شہادت

جب شہید اہل سنت کو شدید زخمی حالت میں ہسپتال پہنچایا گیا تو ڈاکٹروں نے دیکھ کر مایوسی کا اظہار کیا۔ تاہم علاج کی کوشش کی گئی لیکن تھوڑی دیر بعد ہی زخموں کی تاب نہ لا کر علم و فضل کا یہ آفتاب کئی سال لائل پور کی سرزمین کو علم کا نور عطا کرنے کے بعد غروب ہو گیا۔ وصال کے وقت آپ کے لبوں پر مسکراہٹ یہ بتا رہی تھی کہ

نشان مرد مومن باتو گویم
چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

اب ان کا ٹھکانہ خلد بریں ہوگا۔

اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ

جنازہ

شہادت کے دوسرے روز جمعہ المبارک کو نماز جمعہ کے بعد دھوبی گھاٹ کے گراؤنڈ میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ جس میں ملک بھر کے اکابر علماء و مشائخ کے علاوہ کم و بیش ایک لاکھ فرزندان اسلام نے شرکت کی۔ نماز جنازہ، کراچی کے شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری نے پڑھائی جبکہ کراچی کے دیگر علماء حضرت مولانا مفتی ظفر علی نعمانی، حضرت مولانا قاری مصلح الدین، مولانا قاری محبوب رضا خان بھی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے خصوصی طور پر کراچی سے لائل پور آئے۔ آپ کو جامع مسجد طیبہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ جہاں بعد میں مزار کی شاندار عمارت تعمیر کی گئی۔

اولاد

حضرت شہید اہل سنت کے تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہے۔

۱-صاحبزادہ عطاء المصطفیٰ نوری جو کہ آپ کے خلف اکبر اور جانشین ہیں۔

۲-صاحبزادہ ضیاء المصطفیٰ

۳-صاحبزادہ رضاء المصطفیٰ

شہید اہل سنت' علماء و مشائخ کی نظر میں

جب شہید اہل سنت کو شہید کیا گیا تو اندرون و بیرون ملک سے علماء و مشائخ نے تعزیتی خطوط بھیجے اور آپ کے عرس چہلم پر کثیر تعداد میں علماء و مشائخ جمع ہوئے اور آپ کی دینی و علمی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔

رہبر شریعت، پیر طریقت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند، مولانا مصطفیٰ رضا خان نے تعزیتی خط میں فرمایا ''قاتل بدنصیب اندھا ہو گیا۔ اس نے مولانا عبدالقادر کو قتل نہیں کیا بلکہ شیخ الحدیث عزیزم مولانا محمد سردار احمد غفرلہ الاحد الصمد کو قتل کیا ہے۔''

شہزادۂ غوث الوریٰ قدوۃ الاولیاء حضرت پیر سید طاہر علاء الدین الگیلانی بغدادی (روحانی سرپرست تحریک منہاج القرآن) نے فرمایا۔

''حضرت شیخ الحدیث کو مولانا عبدالقادر سے اس قدر زیادہ محبت تھی کہ یہاں دنیا میں بھی ان کے بغیر نہ رہے اور جنت میں بھی ان کے بغیر نہ رہ سکے اور جلد ہی ان کو جنت میں بلا لیا''۔